ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.3 2021

عصمت چغتائی کے ناولوں میں معاشی تصورات

ECONOMIC CONCEPTS IN ISMAT CHUGHTAI'S NOVEL

[1]صائمہ اقبال
[2]روبینہ یاسمین
[3]ڈاکٹر سمیرا شفیع

Abstract:

Ismat Chughtai (1991ء-1915ء) was an Indian Urdu language writer.She explained the economic conditions of masses due to result of First World War , social and economic rift and those reasons that force a woman to turn into a prostitute in her novels. In this article economicaly analysis of her novels'Ziddi' Tehri Lakeer' and 'Masumha' are presented. This research article explore the economic condition ,these are mentioned by Ismat chughtai in her novels, which leads to the fall of social status of Subcontinental women.

***Key words**: Urdu Novels, Ismat chughtai, Ziddi, Tehri lakeer and Masumha* . !'

معیشت کے معنی زینت کا سامان اور کھانے پینے سے متعلق وہ تمام اشیاء ہیں جن پر زندگی بسر کرنے کا دارومدار ہو۔ چنانچہ معاش کے معنی ذریعہ زندگی کے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں اکنامکس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

> "Economics, social,science that seeks of analyze and describes the production , destribution and consuption of wealth(1)"

قرآن حکیم میں بھی " معاش" لفظ کے لغوی معنی روزی اور ذریعہ زندگی کے ہے چنانچہ فرمایا: " وجعلنا النھار معاشا"

ترجمہ:" ہم نے دن کو معاش کا وقت مقرر کیا۔" (۲)

بیسویں صدی کے آغاز میں معاشی حوالے سے نئے تصورات اور نظریات نے انسانی زندگی کے ہر شعبے میں تبدیلی پیدا کی ہے۔ ان نئے معاشی تصورات و نظریات کے اثرات ہندوستانی سماج کے ساتھ ساتھ اردو ناول پر بھی پڑے۔ اس وقت کی اہم ناول نگار عصمت چغتائی کے ناولوں میں اس دور کے معاشی تصورات کو دیکھا جاسکتا ہے۔

---

[1] لیکچرار، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد
[2] پی ایچ ڈی اسکالر، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد
[3] اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.3 2021

عصمت چغتائی کی پیدائش ۲۱ / اگست ۱۹۱۵ء میں ہندوستان کے ایک اہم شہر بدایوں میں ہوئی۔ اور ۱۹۹۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔ یہ اردو کی مشہور مصنفہ ہیں، جنہوں نے خاکہ نگاری اور افسانہ نگاری کے ساتھ ساتھ ناول نگاری میں بھی نام پیدا کیا۔ اردو ادب کے میدان میں عصمت چغتائی نے انقلاب پیدا کیا اور لکھنؤ میں پروگریسیو رائٹر موومنٹ سے بھی منسلک رہیں۔

عصمت چغتائی حقیقت پسند اور ترقی پسند ناول نگار ہیں۔۔ انھوں نے راجندر سنگھ بیدی اور کرشن چندر جیسے عظیم ادیبوں کی طرح' انگارے' کے فنکاروں سے فیض حاصل کیا۔ متوسط اور نچلے طبقے کی محرومی کی وجہ سے سے عصمت چغتائی کی سائیکی کو بہت متاثر کیا۔ انہوں نے ہندوستان کے متوسط طبقے کے معاشی مسائل، نوجوان نسل کی جنسی اور معاشی الجھنوں کو اپنے ناولوں میں بیان کیا ہے۔ ان کے اہم ناول' ضدی (۱۹۴۰ء) ٹیڑھی لکیر (۱۹۴۴ء) معصومہ (۱۹۶۱ء) سودائی (۱۹۶۴ء) قطرہ خون (۱۹۷۶ء) جنگی کبوتر اور کاغذی ہے پیرھن (۱۹۹۴) ہیں۔ اس آرٹیکل میں ان کے ناول ضدی، ٹیڑھی لکیر اور معصومہ کا معاشی حوالے سے جائزہ لیا گیا ہے۔

عصمت چغتائی کے ناول "ضدی" کا موضوع عشق اور معاشی حالات ہیں۔ یہ ناول معاشی تصورات کا خوبصورت عکاس ہے ۔اس ناول میں عشق کی بنیاد پر دو طبقات کی معاشی کشمکش کی ترجمانی کی گئی ہے۔ یہ طبقات معاشی لحاظ سے اونچ نیچ کا شکار ہیں۔ ایک جاگیر دارانہ طبقہ ہے اور دوسری طرف غریب کسانوں کا طبقہ ہے۔ اس ناول کا اہم کردار اور ہیرو کا نام " پورن سنگھ' ہے جو اپنے علاقے کا جاگیر دار ہے اور معاشی لحاظ سے اہم مقام رکھتا ہے۔ دوسری طرف ہیروئن ' آشا دیوی ' ہے۔ جو اسی علاقے کے نچلے اور معاشی لحاظ سے پست طبقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ ' آشا' کو اس کی نانی کی وفات کے بعد پورن حویلی لاتا ہے۔ آشا کی نانی کی یہ خواہش تھی کہ اس کی وفات کے بعد اس کی نواسی حویلی میں رہے۔ پورن اس کو اپنی حویلی لے آتا ہے اور جوان ہونے کے بعد اس کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر معاشی اونچ نیچ راستے میں آجاتی ہے۔ پورن اپنے معاشی رتبے، سماجی و معاشی بندھنوں کی وجہ سے اپنی محبت کو حاصل نہ کر سکا۔ آخر میں اپنی جان دے دیتا ہے۔ اس طرح یہ معاشی اونچ نیچ اور معاشی بندھنوں کے حوالے سے لکھا جانے والا ناول ہے۔

آشا گیارہ سال تک اپنے ماں باپ کی وفات کے بعد اپنی نانی کے ساتھ رہتی ہے۔ نانی معاشی طور پر بہت غریب ہے اور ان کا کوئی رشتے دار بھی نہیں ہے۔ نانی کی وفات کے بعد پورن اس کو اپنی حویلی لے آتا ہے۔ حویلی والے اس کو پسند تو کرتے ہیں لیکن غریب ہونے کی وجہ سے اپنے برابر کا رتبہ نہیں دیتے ہیں۔ آشا سارا دن حویلی کا کام کرتی ہے۔ پورن کے بڑے بھائی کے بچوں کی مکمل ذمہ داری اس پر ہے۔

حویلی والوں کو جب 'پورن' اور ' آشا' کی محبت کا پتا چلتا ہے تو وہ نظریں پھر لیتے ہیں۔ آشا کو اس کی غربت اور کم زاد ہونے کے طعنے دیئے جاتے ہیں۔ آشا کو خود بھی اس بات کا علم ہے کہ یہ معاشی دیوار اس کے بیچ کھڑی ہے وہ کبھی بھی ان کو ملنے نہیں دے گی۔ پورن اس ظالم سماج کا مقابلہ نہ کر سکا اور عشق کی خاطر جان قربان کر گیا تو دوسری طرف 'آشا' بھی اس ظالم سماج کے ہاتھوں مجبور ہو کر خود کو آگ لگا کر ختم کر لیتی ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.3 2021

اس ناول کا موضوع بھی معاشی معیار زندگی ہے۔ معاشی معیار کو قائم رکھنے کے لیے کس طرح اپنی اور اپنوں کی خواہشات کا خون کرنا پڑتا ہے۔ اس ناول میں مصنفہ نے اعلیٰ طبقہ کی بے حسی اور ادنیٰ طبقہ کی معاشی بدتری اور بے بسی کو موضوع بنایا ہے۔ اعلیٰ طبقہ اپنے خاندان،، دولت، ریت ورواج اور معاشی مقام ومرتبہ کو اس قدر اہمیت دیتا ہے کہ اس کی وجہ سے اپنی پڑھی لکھی نسل کو بھی قربان کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد اشرف لکھتے ہیں :

"عصمت نے اس ناول میں سماجی روایات میں بندھے کہنہ قوانین کا بھرپور مضحکہ اڑایا ہے۔"(۳)

آشا کو اپنی کم تر معاشی حیثیت کا علم ہے اسی وجہ سے وہ پورن کو یہ کہتی ہے کہ تم ایسی لڑکی سے شادی کرو جو معاشی لحاظ سے اعلیٰ طبقہ ہے تعلق رکھتی ہو اور جوڈھیر سا جہیز لائے۔ اس کے برعکس پورن تو اس کی خاطر اپنا سب کچھ چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے لیکن اس کے گھر والے اس کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس کی ماتا جی غصے کی حالت میں آشا کو کہتی ہے:

"کیوں کمینی۔۔۔ یہ ہم نے تیری سات پشتوں کو اسی لیے پالا تھا کہ تو ہمیں ہی موقع پا کر ڈس جائے۔" (۴)

آشا کو اس کی معاشی حیثیت کا طعنہ دے کر خاموش کروادیا گیا اور پورن سے کہا گیا کہ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ معاشی طور پر اعلیٰ طبقے کا کم تر طبقے سے کوئی تعلق قائم نہیں ہو سکتا۔ اس طرح کی باتیں صرف فلموں اور ڈراموں میں ہی اچھی لگتی ہیں۔ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ جاگیرداروں کے ہاں اس طرح کی کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ پورن کا بڑا بھائی اس کو اس طرح سمجھاتا ہے:

" وہ ہماری نوکرانی ہے۔ پورن یہ تم فلمیں دیکھ دیکھ کر شاید اس واہیات غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہو۔"(۵)

اس اقتباس سے مصنفہ نے یہ بات واضح کی ہے کہ جاگیر دار طبقہ غریبوں سے تعلقات رکھنے یا عشق کرنے کو خیالی باتیں یا فلمی باتیں سمجھتا ہے۔ وہ اس معاملے میں معاشی مقام ومرتبے کو مد نظر رکھتے ہیں۔ بڑا بھائی دوبارہ پورن کو اس کا معاشی مقام ومرتبہ یاد کرواتا ہے۔ اس کو نچلے طبقے میں شادی کرنے کے نقصانات بتاتا ہے۔ وہ پورن کو نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے:

" پتا جی کتنے ہی روشن خیال ہوں وہ یہ بات کبھی گوارہ نہ کریں گے کہ ان کے خاندان میں اس قسم کی واہیات بات ہو۔ اور پھر یہ سوچو ماتا جی میں۔ یہ بچے تمھارے معصوم بھتیجے آخر انہوں نے کیا قصور کیا ہے۔ جو یہ تمھاری خواہشات پر قربان ہو جائیں۔(۶)

مصنفہ نے اس ناول میں یہ بھی واضح کیا ہے کہ اگر طبقہ اشرافیہ غریبوں کے حق میں بات کرتے ہیں تو اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وہ معاشی لحاظ سے کم تر لوگوں سے ہمدردی کرنے کے لیے تقریریں تو کرتے ہیں لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ بڑا بھائی پورن کی محبت کو واہیات بات سمجھتا ہے اور اس کو نصیحت کرتا ہے کہ والد صاحب کبھی بھی اس بات کو پسند نہیں کریں گے۔ بلکہ اس خاندان کی عزت تباہ ہو جائے گی۔ پورن کا بڑا بھائی اس کو نچلے طبقے میں شادی کرنے کے مزید نقصانات بتاتے ہیں :

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.3 2021

"کیوں نہیں۔۔۔ان کی سوسائٹی میں کیا حیثیت ہو جائے گی کہ بھئی چچا نے نوکرانی سے شادی کرلی۔ شیلہ کو کون شریف خاندان بیاہ لے گا۔اور نرمل کو کون بیٹی دے گا۔" (۷)

پورن کو خود بھی اس بات کا احساس ہے کہ اگر اس نے معاشی لحاظ سے کم تر خاندان سے تعلق جوڑا تو اس کو اپنے تمام معاشی وسائل سے محروم کر دیا جائے گا۔ بلکہ اس کو یہ بات بھی پتا ہے کہ اگر اس کے پاس پیسے نہ ہوئے تو آشا بھی اس سے شادی نہیں کرے گی۔ جب پورن کہتا ہے کہ اسے جائیداد میں حصہ نہیں چاہیے بلکہ وہ آشا سے شادی کرے گا تو اس موقع پر ماتا جی اس کو کہتی ہے:

" ارے وہ تجھ پر تھوکے گی بھی نہیں سنا" " ارے میں بیچ عورتوں کو خوب سمجھتی ہوں۔"(۸)

پورن تو اپنی محبت کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہے لیکن اس کو یہ بھی پتا ہے کہ اگر وہ معاشی حوالے سے کنگال ہو گیا تو گھر والے تو اس کا ساتھ چھوڑ دیں گے اس کی اپنی محبت بھی اس کو نہیں اپنائے گی۔ یہی سوچ اس کو اپنے خاندان سے بغاوت کرنے پر مجبور نہیں کرتی ہے۔ علی عباس حسینی لکھتے ہیں :

" عصمت چغتائی کے ناول " کاہیر و پورن ایک جذباتی نوجوان ہے۔ وہ متوسط طبقے کے مصنوعی اخلاق کی وجہ سے ضدی بن جاتا ہے۔ اسے نام نہاد شرافت سے چڑھ ہے۔ وہ ایک نچلے طبقے کی لڑکی سے عشق کرتا ہے۔ لیکن خاندانی سازشوں کے خلاف یا رائے بغاوت نہ پا کر گھٹتا ہے، گھلتا ہے اور مر جاتا ہے۔" (۹)

عصمت چغتائی کے ناول کاہیر واس حقیقت سے آگاہ تھا کہ معاشی حیثیت کے بغیر اس کا کوئی وجود نہیں اس لیے اس نے اپنے خاندان سے بغاوت نہیں کی ہو گی۔ اس ناول سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ معاشی رتبے کے بغیر انسان محبت بھی نہیں کر سکتا اور دو مختلف طبقوں کے لوگ صرف عشق کے جذبے تحت آپس میں مل نہیں سکتے ہیں۔ مصنفہ نے نہایت خوبصورتی سے اس معاشی مسئلے پر روشنی ڈالی ہے۔ اس ناول میں معاشی تصورات کی خوبصورت عکاسی کی گئی ہے۔

عصمت چغتائی کا ناول "ٹیڑھی لکیر" سوانحی ناول ہے۔ اس ناول کا اہم اور مرکزی کردار شمشاد ہے۔ شمشاد کا تعلق معاشی لحاظ سے متوسط طبقہ سے ہے۔ مصنفہ نے ناول کے اس مرکزی کردار کے جنسی اور معاشی مسائل کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے گھر کے توسط سے پورے ہندوستان کے معاشی حالات کو بھی بیان کیا ہے۔

شمشاد عرف 'شمن' جس گھرانے میں پیدا ہوئی وہ معاشی حوالے سے متوسط گھر تھا۔ شمن 'نو' بہن بھائیوں کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ گھر والوں کی بنیادی معاشی ضروریات پوری کرنے کے بعد پیسے بہت کم بچتے تھے۔ جس کی وجہ سے گھر کی معاشی حالت روز بروز گرتی جارہی تھی۔ مصنفہ اس معاشی صورت حال کا بیان اس طرح کرتی ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.3 2021

"یہ ایک انوکھا خاندان تھا۔ جہاں کھانے والوں کی تعداد تیزی سے بڑھ رہی تھی اور کمانے والے تھک کر بوڑھے ہوتے جارہے تھے۔" (۱۰)

مصنفہ نے اس کے گھر کی معاشی پستی اور بدتری کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

"جب سے باوا کی پنشن ہوگئی تھی گھر کی ہر چیز صرف استعمال کے لیے رہ گئی تھی۔ جونہی بے کار ہوتی جاتی کوئی مرمت نہ کرواتا اور لاوارث بنا کر کوڑے میں جمع کر دی جاتی۔ ان پنشن یافتہ چیزوں سے گھر بھرا ہوا تھا۔ ساجھے کا گھر کوڑا خانہ بنا ہوا تھا۔ ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر اسے ہندوستان کی عام حالت کا اندازہ ہونے لگا۔ جیسے سرکار راج میں دفتروں میں چار پائیاں ڈالے افسر گپیں مارا کرتے ہیں۔۔۔" (۱۱)

شمن کے گھر کی معاشی حالت بہت خراب تھی اور اس معاشی صورت حال کا اثر شمن کی زندگی پر بھی دکھا جا سکتا ہے۔ شمن کی اسی معاشی پستی سے اس کے دل میں ہندوستان کی معاشی بدحالی کا احساس بہت زیادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ ایک جگہ پر ہندوستان کے لوگوں کی بھوک اور افلاس کو دیکھ کر پریشان ہو جاتی ہے اور ان ہندوستانیوں کی معاشی بدحالی کا مقابلہ یورپ کے معاشی نظام سے کرتی ہیں ۔یورپ کا ایسا معاشی نظام جہاں مفید سے مفید خوراک مہیا کرنے والے محکمے موجود ہیں اور پنیر، مکھن، دودھ اور گھی نے انسانوں کے اوپر چربی کی موٹی تہیں چڑھا دی ہیں۔ عصمت چغتائی لکھتی ہیں :

"۔۔۔ کتنے مزے کی بات ہے جب کہ دنیا کے ایک حصے میں گوشت اور پوست کی اس قدر قلت ہے دوسرے حصوں میں انھی عناصر کی زیادتیوں کو کل پرزوں سے چھیل چھیل کر دور کیا جاتا ہے۔ کاش ان خوش نصیب انسانوں کے جسم کی چھیلن ہی ان انسانی ڈھانچوں پر منڈھ دی جائے۔ جو یہاں گھوم رہے ہیں تو ترازو کے دو پلڑوں میں کچھ تو توازن پیدا ہو۔" (۱۲)

شمن نے ہندوستان کی معاشی طور پر غربت اور پست معیار زندگی کا بیان جس انداز سے کیا ہے اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ اس وقت ہندوستان پر انگریز قابض تھے۔ معاش کے تمام ذرائع ہندوستانیوں پر بند ہو گئے تھے۔ سارا خام مال انگلستان بھیج دیا جاتا تھا۔ اس صورت حال میں مقامی لوگ تو معاشی لحاظ سے بدحالی سے دوچار تھے لیکن یورپ والے اسی کی وجہ سے خوش حال ہو رہے تھے۔ شمن نے جب ایک سکول میں ہیڈ مسٹریس کا عہدہ سنبھالا تو اس شعبے میں ہونے والی معاشی خیانت کا نقشہ بھی بیان کیا ہے۔ اس سکول میں کام کرنے والا مینجر کس طرح اس مدرسے میں کام کرنے والی استانیوں کا معاشی استحصال کرتا ہے۔ وہ ان سکول اساتذہ کو بیس روپے تنخواہ دے کر تیس روپے کی رسید کاٹتا ہے۔ اسی طرح وہ سکول اساتذہ بھی اپنے معاشی حالات سے مجبور ہیں۔ ان کی معاشی مجبوریوں کا ذکر مصنفہ طنزیہ انداز میں اس طرح کرتی ہیں :

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.3 2021

" بے چاریاں غربت اور بیوگی کی لعنت میں گرفتار تھیں۔ورنہ محکمہ تعلیم سے ان دکھیاریوں کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔" (۱۳)

عصمت بیان کرتی ہیں کہ یہ ٹیچرز اس قدر معاشی بدحالی کا شکار ہیں کہ طالبات کے گھروں سے آیا ہوا کھانا کھا جاتی تھیں جب شمن نے ان پر سختی کی تو وہ رو رو کر اپنی معاشی مجبوریوں کو بیان کرتی ہیں۔ان کا کہنا تھا:

" مس صاحب چھے روپیہ اور تین بچے ایک اپاہج ماں اور نکھٹو بھائی کیسے گزر ہو یہ اللہ مارا پیٹ بھی نہیں مارا جاتا۔" (۱۴)

مصنفہ نے صرف ملازمت پیشہ لوگوں کی معاشی مجبوریوں کو بیان نہیں کیا بلکہ طالبات کے والدین کی معاشی حالت کا نقشہ بھی کھینچا ہے۔وہ ان طالبات کے غریب والدین کی معاشی حالت کا بیان اس طرح کرتی ہیں:

" جیسے تیسے تو ہم پڑھا رہے ہیں۔اپنی بچیوں کو اپنے ہی پیٹ کو نہیں تو ان چپراسیوں کا کہاں سے کلّہ گرم کریں۔لڑکیوں کے والدین نے دوہائی مچائی۔" (۱۵)

شمن اس ساری صورت حال سے پریشان ہو گئی تھی کیونکہ وہ شعبہ جس نے بچوں کا مستقبل سنوارنا ہے اوران کو اس قابل بنانا ہے کہ وہ معاشی طور پر بلند مقام حاصل کر سکیں۔وہ شعبہ خود ہی معاشی بدحالی کا شکار ہے۔اس صورت حال سے مصنفہ نہایت دکھی ہو کر کہتی ہیں :

" یہ آخر دنیا میں پیسہ اتنا کم کیوں بنایا جاتا ہے۔یہ جو گھروں میں تانبے کی پتیلیاں ہیں انھیں گلا کر پیسہ بنایا جا سکتا ہے۔" (۱۶)

ہندوستان کے معاشی حالات کو خستہ کرنے میں پہلی جنگ عظیم کے حوالے سے معاشی تصور کو پیش کیا ہے۔اس ناول میں عصمت چغتائی نے پہلی جنگ عظیم کے خطرات کو بھی پیش کیا ہے اور ان خطرات کا سب سے زیادہ اثر ملکی معاشی صورت حال پر ہوا ہے۔ پہلی جنگ عظیم کا خطرہ محسوس کر کے لوگوں نے سامان سمیٹنا شروع کر دیا تھا۔گودام بھرنے شروع کر دیے تھے۔منڈیوں میں ضروری سامان صرف غائب ہو گیا تھا۔اس معاشی ابتری کا اثر اعلیٰ طبقے پر تو نہیں ہوا لیکن متوسط اور نچلا طبقہ مزید معاشی بدحالی کا شکار ہو گیا۔ عصمت چغتائی نے ان لوگوں کی معاشی صورت حال کو اس طرح بیان کیا ہے:

" دنیا سستی، انسانیت سستی، حیوانیت سستی، پھر بھی یہ کنگالوں کی تعداد میں کمی کیوں نہیں آتی۔معلوم ہوتا ہے اناج کے دانے کے ساتھ دس بھوکے لپٹے ہوئے زمین ہی سے اگتے ہیں۔اور ان کی ساری عمر اسی ایک دانے کی چھین جھپٹ میں گزر جاتی ہے۔"(۱۷)

عصمت چغتائی نے ہندوستانی عوام کی معاشی بدحالی اور جنگ کی ہولناکیوں کا ذکر ناول میں بار بار کیا ہے اور اس جنگ کی وجہ سے ہندوستان کی معاشی حالت روز بروز خراب ہوتی جا رہی تھی۔ناول نگار لکھتی ہیں :

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.3 2021

"اس بم باری سے گھبرانا کیسا؟ قحط اور بیماریوں کے ساتھ مفلسی اور لاچاری کی مار سہے ہوئے کیڑوں کے سامنے ان پٹاخوں کی کیا حقیقت ہے آئے دن موٹروں ہی سے اتنے کچل کر خاک راہ میں گم ہو جاتے ہیں۔۔۔ کتنی بار ہندوستان کا مثلث فتح ہوا لیکن اس کے دکھے ہوئے مفلسی دل کسی کے نہ ہو سکے۔۔۔(۱۸)

مصنفہ نے یہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ ہندوستانی اس قدر مفلس اور معاشی بد حالی کا شکار ہیں کہ اپنی شناخت تک کھو بیٹھے ہیں اس وجہ سے یہ اعلیٰ طبقہ کی نظر میں اس قدر حقیر اور کم تر ہیں کہ ان کا مرنا یا جینا دونوں ان کی نظر میں برابر ہے۔ ان غریب لوگوں کو بم دھماکوں سے ڈرانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان کو مارنے کے لیے ایک چھوٹا سا حادثہ بھی کافی ہے۔ اور یہ ایسے بد قسمت ہیں کہ ہندوستان میں حکومتیں تبدیل ہوتی رہیں لیکن ان کے معاشی حالات میں سدھار لانے کی کسی نے کوشش نہ کی۔

'شمن' اور اس کے خاوند 'ٹیلر' کے درمیان لڑائی اور علیحدگی کی وجہ بھی ہندوستان کے معاشی حالات ہی تھے۔ شمن ٹیلر سے اس بات پر لڑتی تھی کہ انھوں نے ہندوستان پر قبضہ کر رکھا ہے۔ ہندوستانیوں کو دماغی، جسمانی اور معاشی لحاظ سے تباہ کرنے کے بعد اس کی روح کو کچلنا چاہتے ہیں۔ شمن اپنے شوہر کی معاشی برتری کا اعتراف اس طرح کرتی ہے:

"خیر اب تک تو اقتصادی اور سیاسی دنیا کے مالک تھے۔ اب مجھ جیسی بد نصیب عورتوں نے اپنی آخری دولت بھی تمھاری جوتیوں میں ڈال دی۔" (۱۹)

شمن ہندوستان کی معاشی بد حالی سے بہت پریشان تھی۔ جنگ کی وجہ سے لوگوں کو دو وقت کا کھانا نصیب نہیں تھا۔ آہستہ آہستہ نئے موسم اور نئی فصلوں کی پیداوار کی وجہ سے اس میں امید کی کرن پیدا ہو گئی تھی کہ اب ہندوستانیوں کے معاشی حالات میں سدھار پیدا ہو جائے گا۔ مصنفہ اس معاشی تصور کا بیان اس طرح کرتی ہیں:

"نیا دھان آ گیا۔ اب سسکتے ہوئے بنگال کے حلق میں بھی امرت ٹپکے گا۔ نیا دھان آ گیا۔ اب قحط ختم، خالی مٹھیوں میں یہ دھان سونے کے ٹکڑے بن جائیں گے۔ خالی ڈھنڈار۔ خزانہ بھی دولت سے مالا مال ہو جائے گا۔" (۲۰)

شمن اناج تقسیم کرتے وقت لوگوں کی بے صبری دیکھ کر کہتی ہے:

۔" لوگ اناج پر ٹوٹ پڑے تھے ۔ رہا سہا صبر بھی مفقود ہو گیا تھا۔ انسانیت کو نیچا دیکھ کر جی جھنجھلا اُٹھتا۔ آخر اتنی کانٹوں بھری زندگی اتنی پیاری کیوں نہیں۔ آخر دوسرے ملکوں میں بھی بھوک ہے۔ پر اتنی اندھی اور بے حیا نہیں اور اگر صبر سے مر لیا جائے تو کیا حرج۔"(۲۱)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.3 2021

عصمت چغتائی نے اپنے اس ناول میں بھوکے، مفلس اور معاشی طور پر بدحال عوام کا نقشہ کھینچا ہے۔ جو بھوک کی وجہ سے آپے سے باہر ہو گئے تھے اور ایک متوسط گھرانے کی لڑکی کے ذریعے سے ہندوستان کی معاشی حالت، مختلف شعبہ جات سے وابستہ لوگوں کی معاشی حالت، جنگوں کی وجہ سے ملکی معاشی صورت حال اور انگریزوں کا معاشی احساس تفکر اور ہندوستانی عوام کا معاشی استحصال کو بیان کیا ہے۔ یہ ناول مصنفہ کے معاشی تصورات کا عمدہ نمونہ ہے۔

ناول 'معصومہ' میں ایک ایسی لڑکی کے حوالے سے معاشی تصورات کو پیش کیا گیا ہے جو اپنے گھر کی معاشی ضروریات پوری کرنے کے لیے کال گرل (call girl) کا پیشہ اختیار کرتی ہے۔ اس ناول میں بمبئی کی فلم دنیا، پروڈیوسر، سرمایہ دار، مل مالک طبقہ اور اس کے ساتھ ساتھ ایک غریب گھرانہ جو اپنی معاشی ضروریات بھی پورا نہیں کر سکتا دکھایا گیا ہے۔ اس ناول میں کے اہم کردار اور ان کے پیشے یہ ہیں۔ اس ناول میں معصومہ عرف نیلوفر ایک کال گرل ہے۔ معصومہ کا باپ فوج میں سینئر خدمت گار ہے۔ سیٹھ سورج مل سرمایہ دار طبقہ کا نمائندہ ہے اور راجہ صاحب جاگیر دار ہے اس کے علاوہ اس ناول میں ہوٹل کا مینجر، کار ڈرائیور اور گھڑ سوار بھی نظر آتے ہیں۔

معصومہ بانو حیدر آباد کے جاگیر دار گھرانے کی آخری یادگار ہے۔ معصومہ کی ماں اس کو بمبئی میں اس لیے لائی کہ اس کا باپ بھاگ کر کراچی چلا گیا تھا اور اس نے وہاں جوان لڑکی سے شادی کر لی تھی۔ اپنی بیوی اور بچوں کو بے سہارا چھوڑ جاتا ہے۔ اس ناول میں ایک اہم معاشی مسئلے کو بیان کیا گیا ہے۔ اس ناول کا پیش لفظ ہی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ کون سے حالات ہوں گے جن کی وجہ سے معصومہ، نیلوفر بن جاتی ہے:

"چار مہینے کا مکان کا کرایہ
نوکروں کی تنخواہ، بنیے کا قرضہ
بجلی کا بل، دھوبی کی دھلائی
بچوں کی فیس پانی سر سے گذر جاتا ہے
میں ڈوبتے ڈوبتے ابھر کر دیکھتی ہوں
میری سولہ برس کی جیتی جاگتی بیٹی
نو عمر سہیلیوں کے ساتھ رسی کود رہی ہے۔" (۲۲)

معاشی حالات انسان کی زندگی میں بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اگر گھر والوں کو دو وقت کی روٹی نصیب نہ ہو تو پھر شرم و حیا کی کوئی اہمیت نہیں رہتی ہے۔ معصومہ کے باپ کے چلے جانے کے بعد جب اس کی ماں کو پتا چلا کہ اس کے شوہر نے انیس سالہ لڑکی سے شادی کر لی ہے تو وہ سوتن کے جلاپے میں جلنے لگی۔ گھر میں سے ہر چیز ختم ہوتی جا رہی تھی اور معاشی مسائل میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ گھر کے راشن اور سکول کی فیسوں کا انتظام کرنا مشکل ہو گی تو معصومہ کی ماں نے اپنی بیٹی کو نیلوفر (کال گرل) بنا دیا۔ عصمت چغتائی نے اس ساری صورت حال کو اس طرح بیان کیا ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.3 2021

"جو کچھ میاں چھوڑ گئے تھے وہ کچھ دن کام آیا۔ پھر بچے کھچے زیور سے کام چلایا۔ کچھ دن ہاتھوں کی چوڑیاں چبائیں۔ پھر جگنو، چمپا کلی اور نو گھڑیاں نکلیں۔ پھر بازو بند اور نچوں کے زیور بھی پیٹ کی کھتی میں اتر گئے۔ کون تفصیل میں جائے؟(۲۳)

بیگم صاحبہ کے پاس جب کچھ بھی بیچنے کو نہ بچا تو وہ بمبئ آ گئی۔ بمبئ ایک ایسی جگہ ہے یہاں روز گار کے بہت سے مواقع ہوتے ہیں۔ انسان معاشی لحاظ سے پریشان نہیں ہوتا ہے وہاں ہر چیز کا دام اچھا لگ جاتا ہے۔ خواہ وہ کسی بھی قسم کی جنس ہو۔ اس بارے میں عصمت چغتائی اس ناول میں لکھتی ہیں :

"بمبئ شہر دیوانے متوالیوں کی بستی ہے۔ یہاں ہر شے کے قدر داں دل کھول کر دام دیتے ہیں۔ چاہیے وہ پرانی موٹریں یا اعلیٰ حضرات کی داشتاؤں کے زیورات ہوں۔ یا کماؤ بیٹے یا لچکدار بیٹیاں ہوں، نسبتاً دوسرے شہروں سے بمبئ میں مہنگے بکتے ہیں۔" (۲۴)

عصمت چغتائی نے ایک ماں کی بے حسی اور معاشی لالچ کے حوالے سے بھی معاشی تصور پیش کیا ہے۔ معصومہ کی والدہ کچھ عرصہ تک تو گھر کی معاشی حالت کو سنبھالے رکھا۔ بمبئ آ کر بھی مشکلات میں اضافہ ہوتا رہا۔ آہستہ آہستہ حالات اس قدر خراب ہو گئے کہ بقا کی جنگ میں وہ عزت کی بلی چڑھا دیتی ہے۔ بہن بھائیوں کی تعلیم، بہنوں کی شادی ان کا مستقبل سے زیادہ عزیز تھا۔ آخر کار بیگم ،معصومہ کا سودا کر دیتی ہے۔ تا کہ گھر کی معاشی حالت بہتر ہو سکی:

"فلیٹ بچی کے نام ہو گا۔ ایک ہزار کا بندھا خرچ ہے۔ لڑکی بغیر ان کی مرضی سے گھر سے باہر نہیں رہے گی۔ شاید اس طرح انھوں نے اپنے شوہر سے بدلہ لے لیا۔ ادھر وہ کسی کی انیس برس کی کونپل کو کھال کر رہے تھے ادھر ان کی اسی عمر کی بیٹی کے دام لگ رہے تھے۔" (۲۵)

ماں نے اپنی معاشی مجبوریوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی بیٹی کا سودا کر دیا تھا۔ وہ خود محنت مزدوری کر کے اپنے بچوں کا پیٹ پال سکتی تھی۔ جیسا کی متوسط طبقے کی عورتیں کرتی ہیں لیکن بیگم صاحبہ خود محنت کرنے کو تیار نہ تھی۔ اس نے ساری زندگی نوابوں کے سے عیش دیکھے تھے۔ محنت کرنے سے ان کی نوابی شان و شوکت، عیش و آرام اور انیس سالہ سوت کی نفرت خارج ہوتی تھی۔ عصمت چغتائی اس معاشی تصور کے حوالے سے لکھتی ہیں :

"جاگیر دارانہ نظام کی تمام لعنتیں سوئی پڑی تھیں۔ قانون اور غربت نے انھیں رگوں میں پھر زندہ کر دیا۔ اگر بیگم درمیانہ طبقے کی کمزوریوں میں جکڑ ہوتیں تو بجائے بیٹی کا سودا کرنے کے سلائی کر کے پیٹ پال لیتیں۔ لڑکی کو کسی سکول میں چھوٹی موٹی نوکری مل جاتی ۔روکھی سوکھی میں گزر کرتیں۔ تو زیور ہی کسی سال ساتھ دے جاتے مگر تنگی ترشی کی نہ تو

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.3 2021

انھیں عادت تھی اور نہ ہی کبھی کسی کو کرتے دیکھا۔ہاں لڑکیوں کے سودے تو پشتوں سے ہوتے چلے آئے تھے۔ ان کی جواں خالہ بوڑھے پھونس نواب قمر الدین کی خاطر بیاہی گئیں۔" (۲۶)

بیگم کے نزدیک معاشی ضرروت کے لیے اپنی بیٹی کا سودا کرنا کوئی بڑی بات نہ تھی۔اس طرح ان کے خاندان میں ہوتا رہا تھا۔ پھر وہ کون سا پاپ کر رہی تھی۔ اس کے علاوہ بمبئ ایسا شہر تھا یہاں کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ معصومہ نے اپنے معاشی حالات کی وجہ سے یہ راستہ اختیار کیا لیکن خود کبھی بھی سکون نہ پا سکی۔ اگر وہ احتجاج بھی کرتی تو اس کی ماں اس کو قبول نہ کرتی بلکہ وہ اپنی مصیبتوں اور معاشی مجبوریوں کا رونا شروع کر دیتی۔ اس وجہ سے وہ چاہ کر بھی اس کام کو چھوڑ نہ سکتی تھی۔

معصومہ کو بار بار بیچا جاتا ہے۔ سب سے پہلے اس کو سیٹھ احمد بھائی کے ہاتھ بیچا جاتا ہے۔ جب اس کا دیوالیہ نکل جاتا ہے تو پھر سیٹھ سورج مل اس کو خریدتا ہے۔ وہ معصومہ کو اپنے غلط دھندوں کے لیے اس کو استعمال کرتا ہے۔ آخر میں راجہ صاحب آتے ہیں وہ بھی معصومہ کو ٹھیکے اور کوٹے وصول کرنے کے لیے حکام بالا کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

عصمت چغتائی نے اس ناول میں فلم کی دنیا کے حوالے سے معاشی شعور کو پیش کیا گیا ہے۔ فلمی دنیا کے لوگ معاشی ترقی کے لیے کس طرح جائز اور ناجائز ذرائع استعمال کرتے ہیں۔ بلکہ وہ رشوت سے کام بھی چلاتے ہیں۔ مصنفہ نے اس ناول کے ذریعے فلم انڈسٹری کے پول کھولے ہیں۔ وہاں بھی لڑکیاں کامیابی حاصل کرنے اور اپنی معیشت میں اضافہ کرنے کے لیے اپنا جسم بیچتی ہیں۔ ان سب کے باوجود عورت ہی ذلیل نظر آتی ہے کیونکہ اس کو استعمال کرنے والے مضبوط معاشی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے پاس دولت ،شہرت اور منصب سب کچھ ہے۔ اس ناول میں "دلال" کے حوالے سے بھی معاشی تصور موجود ہے۔ بیگم کا ایک رشتہ دار ' احسان صاحب' ایک دلال کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ یہ ایک ایسا کردار ہے جو دوسروں کی معاشی مجبوریوں کا فائدہ اُٹھاتا ہے۔ معصومہ کو دھندے میں لگانے کے لیے احسان نے کہا تھا۔ احسان بیگم کے ساتھ اس کے دلال کی حیثیت میں رہتا ہے۔ عصمت چغتائی کا یہ ناول معاشی تصورات کا خوبصورت عکاس ہے۔

حوالہ جات

Encyclopedia of the social science, Edited by Luzec and co, London : Russell street ,1927, .1 p. 168

۲۔ سورۃ النباء:۷۸

۳۔ محمد اشرف، ڈاکٹر، اردو فکشن کے ارتقاء میں عصمت چغتائی کا حصہ، لکھنؤ: نصرت پبلشرز، س ن، ص ۶۸

۴۔ عصمت چغتائی، ضدی، لاہور: روہتاس بکس، ۱۹۹۲ء، ص ۶۶

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.3 2021

۵۔ ایضاً ص ۵۴

۶۔ ایضاً ص ۵۵

۷۔ ایضاً ص ۵۵

۸۔ ایضاً ص ۶۶

۹۔ علی عباس حسینی، اردو ناول کی تاریخ و تنقید، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۷ء، ص ۳۶۴

۱۰۔ عصمت چغتائی، ٹیڑھی لکیر، لکھنؤ: نصرت پبلشرز، ۱۹۹۰ء، ص ۳۵۳

۱۱۔ ایضاً ص ۳۵۲

۱۲۔ ایضاً ص ۳۱۴

۱۳۔ ایضاً ص ۲۷۶

۱۴۔ ایضاً ص ۲۹۷

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ ایضاً ص ۳۱۶

۱۷۔ ایضاً ص ۳۱۲

۱۸۔ ایضاً ص ۳۵۴

۱۹۔ ایضاً ص ۴۶۲

۲۰۔ ایضاً ص ۴۸۶

۲۱۔ ایضاً ص ۴۹۸

۲۲۔ عصمت چغتائی، معصومہ، لکھنؤ: نصرت پبلشرز، ۱۹۸۸ء، ص پیش لفظ

۲۳۔ ایضاً ص ۱۰

۲۴۔ ایضاً ص ۱۱

۲۵۔ ایضاً ص ۲۰

۲۶۔ ایضاً ص ۸۳